قسط سوم:-

عثمان غنیؓ پر اعتراضات اور اُن کا جائزہ

(جناب ڈاکٹر خورشید احمد فارق صاحب (صدر شعبہ عربی و فارسی دلی یونیورسٹی)

• گذشتہ سے پیوستہ •

۱۳ - ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے اپنے اِن تین دامادوں کو خزانہ سے پچاس پچاس ہزار روپے کا عطیہ دیا:

(۱) مروان بن حَکَم شوہر ام ابان بنت عثمان غنیؓ

(۲) مروان کے بھائی حارث بن حَکَم شوہر عائشہ بنت عثمان غنیؓ

(۳) سعید بن عاص گورنر کوفہ از ۳۰ھ تا ۳۴ھ شوہر ام عمرو بنت عثمان غنیؓ

قاضی محمد حسین دیار بکری اس اعتراض کو الزام قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عثمان غنیؓ نے یہ رقم اپنے پاس سے لڑکیوں کے جہیز پر صرف کی تھی، وہ اتنے مال دار اور مرفہ الحال تھے کہ ان کو سرکاری روپیہ لینے کی مطلق ضرورت نہ تھی[1]

معتزلی عالم ابو علی جُبائی نے بھی اس اعتراض کو غلط قرار دیا ہے: یہ جو کہا جاتا ہے کہ عثمان غنیؓ نے اپنے تینوں اموی دامادوں کو پانچ پانچ لاکھ روپے (ایک ایک لاکھ دینار) عطا کئے تو یہ اُن کا ذاتی روپیہ تھا اور یہ روایت صحیح نہیں کہ انھوں نے یہ روپیہ خزانہ سے دیا اور اگر صحیح بھی ہو تو اس سے یہ کب ثابت ہوتا ہے کہ عثمان غنیؓ نے مزعومہ رقم واپس نہیں کی، حاکم کے لئے وقتِ ضرورت ایسا کرنا

[1] تاریخ الخمیس ۲/۲۶۸

جائز ہے کہ خزانہ سے روپیہ لے لے اور بعد میں لوٹا دے جس طرح اس کو اس بات کا حق ہے کہ خزانہ سے دوسرے کو قرض دیدے۔[1]

۱۴- ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے حارث بن حکم کو بازارِ مدینہ سے عُشر ٹیکس وصول کرنے کی اجازت دی، یعنی حارث کو جو اُن کے چچا زاد بھائی اور داماد تھے اس بات کا اختیار دیا کہ جتنا سامانِ تجارت شہر میں آئے اس سے دسواں حصہ بطور ٹیکس وصول کرکے اپنی جیب میں رکھا کریں، بالفاظِ دیگر بازار سے ٹیکس وصول کرنے کا اجارہ دیدیا، قاضی دیار بکری اس اعتراض کی تردید کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:-

"إنما جعل (عثمان) إليه (الحارث) سوق المدينة ليرعى أمر المثاقيل والموازين فتسلّط يومين أو ثلاثة على باعة النوى واشتراه لنفسه، فلما رفع ذلك إلى عثمان أنكر عليه وعزله"[2]

صحیح بات یہ ہے کہ عثمان غنیؓ نے حارث کو بازار کا محتسب بنایا تھا، اُن کی ڈیوٹی یہ تھی کہ بازار کے باٹوں، پیمانوں اور سکّوں کی نگرانی کریں (اور تاجرانہ بدعنوانیاں نہ ہونے دیں) دو یا تین دن انھوں نے صرافوں کو مجبور کیا کہ سونا صرف ان کے ہاتھ بیچیں، اس کی شکایت عثمان غنیؓ سے کی گئی تو انھوں نے حارث کو پھٹکارا اور محتسب کے منصب سے معزول کردیا۔" مخالفوں نے پروپیگنڈے کی مشین میں ڈال کر واقعہ کی شکل و ہیئت بالکل بدل ڈالی۔

۱۵- ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے سرکاری روپئے سے متولی خزانہ زید بن ثابت کو پچاس ہزار روپئے کا عطیہ دیا۔[3] حقیقت کیا تھی اور مخالفوں نے مسخ کرکے اس کو کس صورت میں پیش کیا، یہ معلوم کرنے کے لئے" قاضی مکہ حسین دیار بکری کی تحقیق ملاحظہ ہو:-

"الصحيح أنه أمر بتفرقة المال على أصحابه، ففضل في بيت المال ألف درهم فأمر بأنفاقها فيما يراه يصلح للمسلمين فأنفقها زيد على عمارة مسجد النبي

---

[1] شرح نہج البلاغۃ ۱/۲۳۳ [2] تاریخ الخمیس ۲/۲۶۸ [3] انساب الاشراف ۵/۳۸

صلی اللہ علیہ وسلم بعد ما زاد عثمان فی المسجد زیادۃ۔[1]

حق بات یہ ہے کہ عثمان غنی رضؓ نے زید بن ثابت کو ہدایت کی کہ (ابو موسیٰ اشعری گورنر بصرہ کے لائے ہوئے) روپے کو مستحقین میں تقسیم کر دیں، تقسیم کے بعد پانچسو روپے بچ گئے تو عثمان غنیؓ نے زید کو حکم دیا کہ ان کو مصالح عامہ کے کسی کام پر خرچ کر دیں، زید نے یہ رقم مسجد نبوی کی ٹوک پلک درست کرنے پر صرف کر دی جس کی حال ہی میں توسیع و تجدید ہوئی تھی۔

۱۶- ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنی رضؓ نے اپنے چوتھے داماد عبداللہ بن خالد بن اسید کو سرکاری روپے سے ڈیڑھ لاکھ روپے کا عطیہ دیا۔

عبداللہ کو عثمان غنیؓ کی لڑکی منسوب تھیں، قاضی محمد دیار بکری کہتے ہیں کہ عثمان غنی رضؓ نے یہ رقم خزانہ سے قرض لے کر دی تھی اور بعد میں ادا کر دی تھی۔

"وأما ما ذکروہ من صلۃ عبد اللہ بن خالد بن أسید بثلاثمائۃ الف درھم فان أھل مصر عابوہ علی ذلک لما حاصروہ فأجابھم بانہ استقرض لہ ذلک من بیت المال وکان یحتسب لبیت المال ذلک من مال نفسہ حتی وفاہ۔"

(تاریخ الخمیس ۲/۲۶۷-۲۶۸)

اس موضوع پر دوسری رپورٹ یہ ہے کہ عثمان غنی رضؓ نے مروان کو ساڑھے سات ہزار روپئے اور عبداللہ بن خالد بن اسید کو پچیس ہزار روپئے خزانہ سے دلوائے تھے، اس پر بڑے صحابہ (اصحاب شوریٰ) نے اعتراض کیا تو عثمان غنی رضؓ نے یہ دونوں رقمیں خزانہ میں جمع کرا دیں۔[2]

۱۷- ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنی رضؓ نے بہت سی جاگیریں دیں۔

یہ اعتراض بےمعنی اور محض پروپیگنڈے بازی پر مبنی ہے، کیونکہ رسول اللہؐ، ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضؓ سب نے جاگیریں دی تھیں۔ اور رسول اللہؐ نے سب سے زیادہ، یہاں ہم صرف چند کے ذکر پر اکتفا کریں گے، حجاز و نجد سے نکلے ہوئے یہودیوں کی کئی بستیاں خالصہ ہو گئی تھیں۔

[1] تاریخ الخمیس ۲/۲۶۸ [2] تاریخ الامم ۵/۱۰۱۔

یعنی بغیر جنگ کے حاصل ہوئی تھیں اور اس لئے کلیۃً رسول اللہؐ کے ملک میں آگئی تھیں، ان بستیوں سے رسول اللہؐ ضرورت مند افراد اور اپنے عزیز و اقارب کو جاگیریں دیا کرتے تھے، مثلاً یہ چار جاگیریں انھوں نے اپنے داماد علی بن ابی طالب کو عطا کی تھیں:

فُقَیرین، بئرِ قیس اور شجرۃ، اپنے خسر ابوبکر صدیقؓ کو بنو نضیر اور خیبر کی اراضی سے ایک ایک جاگیر[1] اور دوسرے خسر عمر فاروق کو مدینہ کے باہر اور خیبر میں ایک ایک جاگیر دی تھی[2] دو جاگیریں زبیر بن عوّام کو عطا کی تھیں اور ایک عبدالرحمٰن بن عوف کو[2] یہی نہیں رسول اللہؐ نے متعدد جاگیریں ایسے علاقوں میں بھی عطا کیں جو ہنوز فتح نہیں ہوئے تھے جیسے شام کا مقدس گاؤں بیت لحم جس کی فرمائش تمیم داری نے کی تھی۔

ابوبکر صدیق نے اور لوگوں کے علاوہ ایک جاگیر اپنے داماد زبیر بن عوام کو اور دوسری جاگیر دوسرے داماد طلحہ بن عبیداللہ کو عطا کی تھی[3]

عمر فاروق نے دیگر افراد کے علاوہ ینبع کا سرسبز نخلستان اپنے داماد علی بن ابی طالب کو اور ایک جاگیر زبیر بن عوام کو دی تھی[4]

جہاں تک ہمیں معلوم ہے عثمان غنیؓ نے ان چھ افراد کو جاگیریں دیں: عثمان بن ابی العاص ثقفی، ان کو بصرہ کے باہر اس مکان کے بدلہ میں جاگیر دی گئی جو عثمان غنیؓ نے مسجدِ نبوی میں ضم کر لیا تھا[5] (۲) عبداللہ بن مسعود (۳) عمّار بن یاسر یا زبیر بن عوّام (۴) خبّاب بن ارتّ۔ (۵) اُسامہ بن زید یا سعد بن اُبی وقاص، ان میں زبیر بن عوام کے علاوہ جو سمدھی[6] تھے عثمان غنیؓ کا کوئی رشتہ دار نہ تھا، ان صحابہ کو جاگیر دینے کی رپورٹ قارئین کو یاد رکھنا چاہیے مسلّم نہیں ہے،

---

[1] کتاب الاموال ابو عُبید قاسم بن سلام ص۲۷۴ وکتاب الام امام شافعی مصر ۳/ ۲۶۹ وفتوح البلدان ص۲۴، ۲۷ و ۳۵-

[2] فتوح البلدان ص۱۹ وکتاب الاموال ص۲۷۶ [3] فتوح البلدان ص۱۹ وکتاب الأموال ص۲۷۶ وکتاب الخراج یحیٰی بن آدم ص۲۷، [4] فتوح البلدان ص۱۸، ۲۰ وکتاب الاُم ۳/۲۶۹ [5] معجم البلدان ۵/۲۶۵، ۲۶۶

[6] محبر ابن حبیب بغدادی ص۶۷ -

کتاب الخراج[1] یحییٰ بن آدم قرشی کے رپورٹر کہتے ہیں کہ ان صحابہ کو عثمان غنی رضؓ نے نہیں عمر فاروق رضؓ نے جاگیریں دی تھیں، قرائن سے بھی اسی بات کی تائید ہوتی ہے۔

۱۸۔ ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنی رضؓ نے متعدد صحابہ کو جلاوطن کیا۔

ان میں ابوذر غفاری اور اشتر نخعی کا خاص طور پر ذکر کیا جاتا ہے، ان دونوں کا تعلق حکومت دشمن پارٹیوں سے تھا، اشتر نخعی کوفہ پارٹی کے ایک سربرآوردہ لیڈر تھے، عثمان غنی رضؓ نیز ان کے گورنروں کے خلاف اشتعال پھیلایا کرتے تھے، ابوذر حضرت علی رضؓ کے خاص آدمی تھے۔ ابوبکر صدیق رضؓ کا انتخاب ہوا اور اس سے بگڑ کر حضرت علی رضؓ جب بی بی فاطمہ کے ساتھ راتوں کو مہاجرین و انصار کے گھر جا کر اپنے استحقاقِ خلافت اور بیعت کے لئے مہم چلا رہے تھے تو جن چند مہاجر صحابہ نے عملاً ان کی بیعت کر لی تھی، ان میں ابوذر رضؓ اور عمار رضؓ بن یاسر سب سے زیادہ ممتاز ہیں، یہ دونوں حضرت علی رضؓ کی خلافت کے لئے جہاد تک کرنے کو تیار تھے، اس وقت سے ان کی وفاداری کلیۃً اہلِ بیت کے ساتھ وابستہ ہو گئی تھی، عثمان غنی رضؓ خلیفہ ہوئے تو ان کی کاٹ اور ان کے حکام پر نکتہ چینی اور ان کے خلاف اشتعال انگیزی ان کا مقصد بن گئی، قاضی دیار بکری: کان أبو ذر یتجاسر علی عثمان ویجبہہ بالکلام الخشن ویفسد علیہ ویثیر الفتنۃ وکان یؤدی ذلک التجاسر إلی ذھاب ھیبتہ وتقلیل حرمتہ۔[2]

اشتر نخعی اور ابوذر دونوں کی سرگرمیوں کا مختصر ذکر ہم خط ۳۵ و ۲۳ کے مقدمہ میں کر چکے ہیں زیادہ تفصیل کے لئے قارئین شرح نہج البلاغۃ، فتوح ابن اعثم کوفی، تاریخ یعقوبی اور تاریخ الامم طبری کی طرف رجوع کر سکتے ہیں، یہاں ہمیں یہ بتانا ہے کہ عثمان غنی رضؓ نے ابوذر رضؓ یا چند دوسرے افراد کو جلاوطنی کی جو سزا دی وہ جائز اور مناسب تھی، کوئی حکومت باغیانہ سرگرمیوں پر خاموش نہیں بیٹھا کرتی اور نہ ایسے کرتوتوں پر چشم پوشی کرتی ہے جن سے امنِ عامہ میں خلل پڑنے کا اندیشہ ہو یا جو معاشرہ کا اخلاقی مزاج بگاڑتی ہوں، اسی طرح کسی حاکم سے یہ توقع کرنا بھی بیجا ہے کہ شوریدہ سر اور انانیت

[1] کتاب الخراج معروف۔ [2] تاریخ الخمیس ۲۶۹/۲ اس سلسلہ میں مزید دیکھئے تاریخ یعقوبی نجف ۱۴۸/۲۔

یا عصبیت سے سرشار افراد برملا اس کی توہین کریں اور اس کے ساتھ گستاخی سے پیش آئیں اور وہ ان کو سزا نہ دے، رسول اللہؐ نے وجیہ قریش حکم بن عاص کو ایک بے ہودگی پر جس کا تعلق حکومت یا مفادِ عامہ سے نہ تھا بلکہ خود اُن کی ذات سے تھا، جلاوطن کر دیا تھا، عمر فاروق رضؓ معمولی ہجو پر قید کر دیتے تھے مدینہ میں ایک حسین نصر بن حجاج تھا اُس کی صورت اور زلفوں نے بہت سی عورتوں کو مسحور کر لیا تھا حتیٰ کہ رات میں اس کی محبت کا ترانہ ایک عورت کی زبان سے سنا گیا، عمر فاروق رضؓ نے اس کی زلفیں کٹوا دیں اور جب اس سے بھی خاطر خواہ نتیجہ نہ نکلا تو اس کو بصرہ جلاوطن کر دیا، وہاں بھی اس کے حسن کا جادو نہ رُکا تو اُس کو فارس بھیجدیا گیا - ایک عرب قرآن کے مشکل اور متشابہ آیات کی تفسیر پوچھنے بصرہ سے مدینہ آیا اور صحابہ کا پیچھا کرنے لگا، عمر فاروق رضؓ نے اس کے درّے لگوائے، اس کو قید میں ڈالا اس کی تنخواہ بند کر دی اور اس کا سوشل بائی کاٹ کرا دیا -

۱۹- ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنی رضؓ نے عمار بن یاسر کو مارا -

ابو ذر غفاری کی طرح عمار بن یاسر بھی حضرت علی رضؓ کے خاص آدمی تھے، حضرت علی رضؓ کی حمایت اور عثمان غنی رضؓ کی مخالفت میں ان کا رول کمیت اور کیفیت دونوں میں ابو ذر غفاری سے زیادہ تھا کیوں کہ اوّل تو ابو ذر عثمان غنی رضؓ سے کئی سال پہلے وفات پا گئے اور دوسرے انھوں نے عثمان غنی رضؓ کی خلافت کا بیشتر حصہ شام میں گذارا اور اگرچہ وہاں حکومت دشمن سرگرمیوں میں لگے رہے تاہم مرکزِ خلافت ایک عرصہ تک ان کی اشتعال انگیزیوں سے محفوظ رہا، اس کے برعکس عمار بن یاسر برابر مدینہ میں اقامت پذیر تھے اور عثمان غنی رضؓ کے جیتے جی اور مرنے کے بعد بھی ان کی مذمت کرتے رہے، آپ اوپر پڑھ چکے ہیں کہ عثمان غنی رضؓ کا انتخاب ہوا تو انھوں نے گرج کر کہا تھا: بخدا اگر مجھے چند رضا کار مل جائیں تو میں عثمان غنی رضؓ کا انتخاب کرنے والوں سے جہاد کروں! انھوں نے عثمان غنی رضؓ کو اسلام تک سے خارج کر دیا تھا اور اُن کو کافر کہتے تھے، اگر کبھی عثمان غنی رضؓ سے بات کرتے تو ابو عبد اللہ کہکر، امیر المومنین کہہ کر کبھی خطاب نہ کرتے تھے، عثمان غنی رضؓ ان کی طرف بڑھتے لیکن وہ کھنچتے اور پیچھے ہٹتے تھے تالیفِ قلب کی ایک دو مثالیں خط عـ۳۸ کے مقدمہ میں بیان کی جا چکی ہیں، ایک خبر یہ ہے کہ عثمان غنی رضؓ نے عمار بن یاسر

کو ایک جاگیر دی تھی، بہرحال عمار بن یاسر کے دل میں عثمان غنیؓ کی طرف سے بیحد کدورت تھی اور وہ کبھی عثمان غنیؓ کے روبرو لیکن اکثر پس پشت ان پر لعن طعن کیا کرتے تھے، عثمان غنیؓ کا عمار کو خود مارنا ثابت نہیں ہے، بعض رپورٹر اس کے منکر ہیں اور بعض اس کی توثیق کرتے ہیں، توثیق کرنے والوں کا بیان ہے کہ عمار بن یاسر مقداد بن عمرو، طلحہ بن عبید اللہ، زبیر بن عوام اور دوسرے صحابہ نے جن میں اکثریت حضرت علیؓ کے حامیوں کی تھی عثمان غنیؓ کی مزعومہ بدعنوانیوں کی ایک فہرست مرتب کی اور طے کیا کہ اس کو عثمان غنیؓ کے سامنے پیش کریں اور اگر وہ ان کو دور کرنے کے لئے آمادہ نہ ہوں تو معزول یا قتل کردیں، تحریر میں اس دھمکی کی تصریح کردی گئی تھی، عمار بن یاسر تحریر لیکر عثمان غنیؓ کے دیوان خانے گئے، عثمان غنیؓ نے اس کا کچھ حصہ پڑھا اور غصہ ہوکر تحریر پھینک دی، اس کے بعد دونوں میں نا ملائم گفتگو ہوئی، عثمان غنیؓ نے نوکروں کو آواز دی اور کہا کہ عمار کو مارو، انھوں نے حکم کی تعمیل کی خود عثمان غنیؓ نے بھی لاتیں ماریں، عمار بیہوش ہوگئے۔

منکرین سزا کے مطابق مزعومہ بدعنوانیوں کے بارہ میں گفتگو کرنے سعد بن ابی وقاص اور عمار بن یاسر، عثمان غنیؓ کی کوٹھی پر آئے عثمان غنیؓ اس وقت سرکاری کاموں میں مصروف تھے، انھوں نے دربان سے کہلا بھیجا کہ آج کل میں بہت مصروف ہوں تاہم انھوں نے ملاقات کیلئے ایک دن اور وقت مقرر کردیا، سعدؓ چلے گئے لیکن عمارؓ ڈٹے رہے اور دربان سے کہا: کہدو کہ میں اسی وقت ملنا چاہتا ہوں۔ دربان نے یہ الٹی میٹم پہنچا دیا، عثمان غنیؓ نے پھر کہلا بھیجا کہ میں اس وقت بہت مصروف ہوں، عمارؓ نے برہم ہوکر کہا: کہدو مجھے اسی وقت ملنا ہے، انھوں نے کچھ ایسے توہین آمیز کلمے زبان سے نکالے کہ دربان کو غصہ آگیا اور اُس نے عمار کو پیٹا، عثمان غنیؓ کو معلوم ہوا تو انھوں نے دربان کو ڈانٹا ڈپٹا۔[1]

قارئین نہ سمجھیں کہ یہ واقعہ اُس وقت کی عرب معیشت میں کوئی سنگین یا غیر معمولی سانحہ تھا، عرب مسلمان ضرور ہوگئے تھے لیکن ان کی فطرت نہیں بدلی تھی، ان کی بہت سی عادتیں، محسوسات اور

---

[1] شرح نہج البلاغہ ۱/۲۳۸-۲۳۹- دفتوح ابن اعثم کوفی قلمی ورق ۲۹۱، ۲۹۲-

سوچنے کے طریقے اب بھی ویسے ہی تھے، جیسے اسلام سے پہلے، صحابہ میں باہمی اختلاف بھی ہوتا تھا، ذوقدح بھی، ترش باتیں بھی، ان باتوں کی تفصیلات محفوظ نہیں رکھی گئیں اور جن کتابوں میں ان کے تذکرے تھے، ان کی طرف سے ایسی بے توجہی برتی گئی کہ وہ ضائع ہوگئیں اور جو بچ گئیں وہ ہنوز روپوش ہیں، جیسے واقدی کی کتاب الشوریٰ یا کتاب السقیفۃ، قاضی مکہ زبیر بن بکّار کی موفقیات یا انساب قریش واخبارہا یا احمد بن عبدالعزیز جوہری کی زیادات کتاب السقیفۃ، تاہم ان کتابوں کے جو اقتباسات دوسری اور اس وقت موجود مولفات میں نقل کرلیے گئے تھے ان سے یہ پوری طرح واضح ہوجاتا ہے کہ صحابہ فرشتے نہ تھے، نہ معصوم عن الخطا ہستیاں جیسا کہ بعد میں ان کو پیش کیا گیا بلکہ انسان تھے خطا اور صواب سے مرکب اور بڑی حد تک اپنے روایتی ماحول اور مخصوص فطرت کے تابع، اگر یہ صحیح ہے کہ عثمان غنیؓ نے عمار بن یاسر کو پٹوایا یا خود پیٹا تھا تب بھی اس پر اعتراض کرنا اور اس کو فردِ جرم قرار دے کر ان کے خلاف پیش کرنا درست نہیں کیوں کہ عمار کا طرزِ عمل ان کے اور ان کے خاندان کے ساتھ، ان کی خلافت اور اہم عہدے کے ساتھ بے حد نامناسب تھا، ایک حاکم اپنی اور اپنے عزیزوں کی توہین تنقیص، دل آزاری، اور اپنے اعمال کی غلط تفسیر و تعبیر کہاں تک برداشت کرسکتا ہے،

معتزلی عالم ابوعلی جُبّائی: یہ ثابت نہیں کہ عثمان غنیؓ نے عمار کو مارا تھا اور اگر ثابت بھی ہوجائے کہ انھوں نے عمار کو اس سنگین قول (تکفیر) کی وجہ سے مارا تب بھی اُن پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا کیوں کہ حاکم کو خطاکاروں کی تادیب کا حق ہے۔ إن ضرب عمار غیر ثابت ولو ثبت أنہ ضرب للقول العظیم الذی کان یقولہ لم یجب أن یکون طعنا علیہ لأن للامام تادیب من یستحق التأدیب۔[1]

عمر فاروقؓ کے دُرے سے کون ناواقف ہے، دسیوں جگہ ہم ان کی تاریخ میں پڑھتے ہیں:

وعلاہ بالدرۃ، صحابہ کو وہ ڈانٹتے، بُرا بھلا کہتے اور مارا بھی کرتے، قاضی مکہ دیار بکری:

عمر فاروقؓ نے سعد بن ابی وقاص کے سر پر کوڑا مارا جب ان کی آمد پر سعد بطور احترام کھڑے نہ ہوئے اور کہا: تم نے منصبِ خلافت کا احترام نہیں کیا اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ تم کو بتادوں منصبِ خلافت

[1] شرح نہج البلاغۃ ۱/۲۳۸

بھی تمہارا احترام نہیں کرتا۔ ضرب عمر سعد بن أبی وقاص بالدرة علی رأسه حین لم یقم له وقال: انك لم تهب الخلافة فأردت أن تعرف أن الخلافة لاتهابك'

اسی طرح عمر فاروق رضؓ نے صحابی اُبی بن کعب کو مارا جب ان کو دیکھا کہ وہ آگے آگے چل رہے ہیں اور باقی لوگ ان کے پیچھے پیچھے، اُبی کے سر پہ دُرہ مار کر عمر فاروق رضؓ نے کہا: یہ پیچھے چلنے والوں کی توہین ہے اور آگے چلنے والے کی تمکنت اور سبک سری کا موجب۔ وکذلك ضرب أبی بن کعب حین رآه یمشی وخلفه قوم فعلاه بالدرة وقال: إن هذا مذلة للتابع وفتنة للمتبوع[1]

سعد بن اُبی وقاص کے بارے میں دوسری رپورٹ یہ ہے کہ عمر فاروق رضؓ اہلِ مدینہ میں خمس کا روپیہ بانٹ رہے تھے اور لوگ چاروں طرف سے ان کو گھیرے ہوئے تھے کہ سعد آئے اور بھیڑ کو چیرتے پھاڑتے اس جگہ پہنچ گئے جہاں عمر فاروق رضؓ تھے، اس فعل کو عمر فاروق رضؓ نے بے ادبی پر محمول کیا اور دُرّہ سے اُن کی خبر لی اور کہا: تم لوگوں کو چیرتے پھاڑتے گھس پڑے اور سلطان اللہ (خلیفہ) کی حرمت کا تم نے کچھ خیال نہ کیا، میں تم کو بتانا چاہتا ہوں کہ بے ادبی پر سلطان اللہ (خلیفہ) بھی تمہارا خیال نہیں کرسکتا[2]

۲۰۔ ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنی رضؓ نے صحابی عبداللہ بن مسعود کو مارا۔

یہ اعتراض بے بنیاد ہے، حق بات یہ ہے کہ عثمان غنی رضؓ نے ان کو مسجد سے نکالنے کا حکم دیا تھا، ایک شخص نے ان کو اٹھایا اور مسجد کے دروازہ پر لا پٹخا جس سے ان کی پسلیوں میں چوٹ آئی اور ایک قول یہ ہے کہ ایک یا دو پسلیاں ٹوٹ گئیں۔

عبداللہ بن مسعود ۲۱ھ سے کوفہ میں نگراں خزانہ اور معلم قرآن کے فرائض انجام دے رہے تھے ۲۷ھ یا ۲۸ھ کی بات ہے کہ گورنر ولید بن عُقبہ نے کسی ضرورت کے لئے خزانہ سے روپیہ قرض لیا، اور ابن مسعود سے وعدہ کیا کہ ایک مقررہ وقت پر واپس کردیں گے لیکن کسی مجبوری کے باعث اپنا وعدہ پورا نہ کرسکے' ابن مسعود بگڑ گئے اور فوری واپسی کا مطالبہ کیا، ولید نے عثمان غنی رضؓ کو صورتِ حال

---

[1] تاریخ الخمیس ۲/ ۲۷۰ [2] تاریخ الامم ۵/ ۲۴

سے مطلع کیا اور استدعا کی کہ ابن مسعود سے کہدیجئے کہ مجھے پریشان نہ کریں، روپیہ آنے پر ادا کردیا جائیگا عثمان غنیؓ نے ابن مسعود کو لکھ بھیجا کہ روپئے کے لئے گورنر سے تقاضہ نہ کیا جائے، ابن مسعود نے طیش میں آکر خزانہ کی کنجیاں پھینک دیں اور اس کی نگرانی سے استعفاء دے دیا، اب تک انھوں نے کوفہ کی حکومت دشمن سرگرمیوں میں کوئی عملی حصہ نہ لیا تھا لیکن اس واقعہ کے بعد وہ بھی عثمان غنیؓ، ولید اور ان کی حکومت کے مخالف ہو گئے۔ اپنے شاگردوں کے سامنے جن کا حلقہ کافی وسیع تھا عثمان غنیؓ پر نقد کرتے اور جمعہ کے دن تقریر میں بھی خلیفہ پر طنز و تعریض کیا کرتے، گورنر ولید نے ان باتوں پر کئی بار احتجاج کیا لیکن ابن مسعود رکنے کی بجائے اور زیادہ چڑھ گئے، اس زمانہ میں ایک دوسرا واقعہ پیش آیا جس نے ابن مسعود کے جذبات کو بے حد مشتعل کردیا، بڑے شہروں میں صحابہ درس قرآن دیا کرتے تھے، تدریس کا کام حافظہ سے ہوتا تھا یا ان چند پورے یا ادھورے نسخوں سے جو بعض صحابہ نے قرآن کے بنا لئے تھے، صحابہ کی یادداشت اور کوشش حفظ ایک پایہ کی نہ تھی اس لئے کسی کو قرآن صحیح یاد تھا کسی کو غلط، صحابہ کے مآخذ بھی مختلف تھے، کسی نے براہ راست رسول اللہؐ سے قرآن سیکھا تھا، کسی نے رسول اللہؐ کے شاگردوں سے، اسی طرح کسی نے رسول اللہؐ سے متعدد سورتیں پڑھی تھیں اور کسی نے صرف ایک آدھی یا تہائی وعلیٰ ھٰذا، غرض قرآن کی مکتوب اصل نہ ہونے سے قرآن کے الفاظ و قرأت میں کافی فرق پیدا ہو گیا تھا، کبھی ایسا ہوتا کہ جس کو قرآن کا کوئی صحیح لفظ یاد نہ رہتا تو وہ اس کے ہم معنی یا ہم آہنگ دوسرا لفظ اپنی طرف سے لگا دیتا اور حافظہ کی کمزوری کے زیر اثر یا کسی دوسرے نفسیاتی دباؤ میں آکر کسی آیت کے ساتھ نئے جملے یا فقرے بڑھا دیتا تھا، قرأت میں صرفی اور نحوی اختلاف بھی ظاہر ہوا، کسی نے ثلاثی مجرد فعل پڑھا، کسی نے ثلاثی مزید، کسی نے اسم فاعل پڑھا کسی نے صفت مشبہ، کسی نے غفور رحیم، کسی نے رؤوف کریم، مختصر یہ کہ اختلاف قرأت بڑے پیمانہ پر پھیلا ہوا تھا، مدینہ، مکہ، صنعاء، بصرہ کوفہ، حمص، دمشق، فسطاط اور دوسرے صدر مقاموں کی قرأتیں سب ایک دوسرے سے مختلف تھیں، ان مقاموں کے عرب جب کسی ایک مورچہ پر جنگ کے لئے جاتے اور ایک کیمپ میں فروکش

ہوتے اور قرآن پڑھتے تو سب کی قرأتیں الگ الگ ہوتیں، ہر قرأت والا اپنی قرأت کو درست و مستند سمجھتا اور دوسری قرائتوں کو غلط قرار دیتا، معاملہ یہیں تک محدود نہ رہا بلکہ مختلف قراءت والے ایک دوسرے کو کافر اور ملحد کہنے لگے، بعض فوجی کمانڈروں نے عثمان غنی رض کو لام پر جانے والے عربوں کے اس قرآنی فتنہ سے مطلع کیا اور کہا کہ اس کی روک تھام کیجئے ورنہ ہزاروں قرآن بن جائیں گے اور عربی وحدت ہمیشہ کے لئے ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گی، اُس وقت قرآن کا ایک نسخہ جو ابوبکر صدیق کے عہد میں جمع ہوا تھا، مدینہ میں موجود تھا، لیکن یہ نہ تو مرتب تھا نہ مکمل اور نہ صحیح، عثمان غنی رض نے قرآن کی ترتیب، تصحیح اور تکمیل ایک قرآن کمیشن کے سپرد کر دی، جب یہ کام ہو گیا تو انھوں نے قرآن کے متعدد نسخے تیار کرائے اور ہر صدر مقام کو ایک ایک نسخہ بھیج دیا اور ایک فرمان جاری کیا کہ اس نسخے کے علاوہ جتنے نسخے ہوں جلا دیئے جائیں یا تلف کر دیئے جائیں، ابن مسعود کے پاس اپنا ایک نسخہ تھا جس کو انھوں نے خود مرتب کیا تھا اور جس کی مدد سے وہ درس دیا کرتے تھے اس نسخہ سے ان کو بڑا لگاؤ تھا، وہ اس پر ناز کرتے اور کہتے کہ میرا قرآن سب سے زیادہ مستند ہے کیونکہ میں نے اس کی ستر سورتیں رسول اللہ ؐ کے سامنے پڑھ کر ان کی تصحیح و توثیق کرالی تھی، عثمان غنی رض کے نسخہ میں ایک سو تیرہ ۱۱۳ سورتیں تھیں لیکن ابن مسعود کے نسخہ میں ایک سو دس ۱۱۰ تھیں، سورۂ فاتحہ اور معوذتین کو وہ قرآن میں داخل نہیں کرتے تھے، اس اہم فرق کے علاوہ الفاظ کا بھی فرق تھا، اور ترتیب سُوَر بھی عثمان غنی رض کے نسخہ سے مختلف تھی۔

گورنر کوفہ ولید بن عقبہ، ابن مسعود سے ملے اور کہا کہ اب آپ سرکاری نسخہ کے مطابق درس دیا کیجئے، خلیفہ کا حکم ہے کہ دوسرے سارے مجموعے ضائع کر دیئے جائیں، آپ اپنا نسخہ میرے حوالہ کر دیجئے تاکہ میں اس کو جلا دوں، ابن مسعود یہ باتیں سُن کر بے حد ناراض ہوئے اور اپنا نسخہ دینے یا سرکاری نسخہ کے مطابق قرآن پڑھانے سے انکار کر دیا، خزانہ سے قرض کے معاملہ میں عثمان غنی رض سے برہم تھے ہی اب قرآن کے معاملہ میں اور زیادہ غصہ ہو گئے اور اپنے شاگردوں اور معتقدین کے سامنے جن میں بہت سے بارسوخ لوگ اور قبائلی سردار شامل تھے، عثمان غنی رض کی مذمت پہلے سے

زیادہ شدومد کے ساتھ کرنے لگے، کوفہ کی فضا خراب تو تھی ہی، ایک پرانے اور بااثر صحابی کی زبانِ طعن کھل جانے سے اور زیادہ مکدّر ہو گئی، ولید نے عثمان غنیؓ سے ابن مسعود کی شکایت کی تو انھوں نے لکھا کہ اُن کو مدینہ بھیجدو، واپسی کے بعد ابنِ مسعود پہلا جمعہ پڑھنے مسجد آئے تو عثمان غنیؓ نے ناملائم الفاظ میں اُن کے آنے کا اعلان کیا، جواب میں ابن مسعود نے سخت اور طنز آمیز کلمات استعمال کیے، عثمان غنیؓ نے ملازم سے کہا کہ ان کو مسجد سے باہر نکال دے، ابن مسعود پست قد اور منحنی سے آدمی تھے، ملازم ان کو اُٹھا کرلے گیا اور مسجد کے دروازہ پر جاکر پٹخ دیا جس سے اُنکی پسلی میں چوٹ آئی یا ٹوٹ گئی جیسا کہ بعض رپورٹروں کا بیان ہے[1]، یہ ہے اس اعتراض کی حقیقت کہ عثمان غنیؓ نے عبداللہ بن مسعود کو مارا تھا - ابن مسعود بیمار ہوئے تو عثمان غنیؓ اُن کی عیادت کو گئے اور منانے کی کوشش کی لیکن ابن مسعود کا غبارِ خاطر کم نہ ہوا حتیٰ کہ انھوں نے مرتے وقت وصیت کردی کہ عثمان غنیؓ میرے جنازہ کی نماز نہ پڑھائیں۔

۲۱- ایک اعتراض یہ تھا کہ عثمان غنیؓ نے سرکاری نسخے کے علاوہ قرآن کے سارے مجموعے ضائع کرادیئے، اس سلسلہ میں خاص طور پر عبداللہ بن مسعود اور اُبَیّ بن کعب کے مجموعوں کا نام لیا جاتا ہے،

قرآن کے غیر سرکاری نسخے ضائع کرانے کی وجہ اوپر بیان ہو چکی ہے، اگر ایسا نہ کیا جاتا تو ہر اُستاد ہر شہر، ہر قبیلہ اور ہر خاندان کے الگ الگ قرآن بن جاتے نیز اصلی و نقلی قرآن میں امتیاز کرنا ناممکن ہو جاتا، رہا یہ اعتراض کہ ابن مسعود اور اُبی بن کعب کے مجموعے تلف کرادیئے گئے تو یہ بھی درست نہیں کیوں کہ جیسا یعقوبی نے اپنی تاریخ[2] میں تصریح کی ہے "ابن مسعود نے اپنا نسخہ دینے سے انکار کردیا تھا" اور ابیؓ بن کعب کے بارے میں ابن ندیم کی تصریح ہے کہ ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن ان کے خاندان میں منتقل ہوتا ہوا عباسی دور میں دیکھا گیا تھا۔[3]

آخر میں ہم عثمان غنیؓ کے دو ہمعصروں کی جن کا تعلق مخالف پارٹیوں سے نہ تھا اعتراضات کے

---

[1] شرح نہج البلاغۃ ۱/۲۳۵ و ۲۳۷، [2] ۲۳۰ نجف ایڈیشن ۲/۱۴۷ [3] فہرست ابن ندیم صفحہ ۴۰

بارے میں رائے نقل کرتے ہیں اور اس کے بعد خود عثمان غنی رضؓ کی تقریر کا ایک اقتباس قلمبند کرکے اس بحث کو ختم کردیں گے۔

عبداللہ بن زبیر:۔

"عثمان غنی رضؓ کے معترضین کی ایک جماعت مجھ سے ملی اور اُن پر نکتہ چینی کرنے لگی، میں نے ان سے ابوبکر صدیق رضؓ اور عمر فاروق رضؓ کی سیرت پر گفتگو کی اور ان کے ایسے اعمال کا ذکر کیا جن پر کسی نے اعتراض نہیں کیا تھا، لیکن انہی اعمال کے لئے عثمان غنی رضؓ پر نکتہ چینی کی گئی میری دلیلوں سے وہ ایسے لاجواب ہوئے جیسے انگوٹھا چوسنے والے بچے۔"[1]

عبداللہ بن عمر:۔

"عثمان غنی کے ایسے کاموں پر نکتہ چینی کی گئی جو عمر فاروق رضؓ کرتے تو کوئی اعتراض نہ کرتا۔"[2]

عثمان غنی رضؓ:۔

"...... بخدا تم لوگ ایسی باتوں پر مجھے لعن طعن کرتے ہو جو ابن خطاب (عمر فاروق رضؓ) کے زمانہ میں تم نے بخوشی قبول کرلی تھیں، بات یہ ہے کہ انھوں نے تم کو پیروں سے روندھا، ہاتھ سے مارا اور زبان سے تمہاری خبرلی، اس لئے خواہ مخواہ تم ان کے مطیع بنے رہے، میں نے نرمی برتی، مروّت سے کام لیا، نہ ہاتھ اٹھایا نہ زبان چلائی، اس لئے تمہاری جرأت بڑھ گئی اور تم گستاخ ہوگئے....."[3]

---

[1] انساب الاشراف ۹/۵ [2] طبقات ابن سعد ۲۷/۱ [3] تاریخ الامم ۹۷/۵۔

مثنوی مادرِ ہند

از ——— شاد عظیم آبادی

یہ اپنے طرز کی پہلی مثنوی ہے اور اب سے ۵۰ - ۶۰ سال پہلے کی تصنیف ہے، مثنوی کی اقسام میں یہ سیاسی مثنوی نئی قسم کا اضافہ ہے، کتابت طباعت بہتر، قیمت دو روپے

ملنے کا پتہ:۔ مکتبۂ برہان، اردو بازار، جامع مسجد دہلی ۶

قسط دوازدھم:-

میر کا سیاسی اور سماجی ماحول

جناب ڈاکٹر محمد عمر صاحب، استاذ جامعہ ملّیہ اسلامیہ نئی دہلی

(سلسلہ کے لئے دیکھئے برہان اپریل ۱۹۶۳ء)

(۳) عہدِ میر کے سماجی حالات

اٹھارھویں صدی میں بھی سیاسی اور اقتصادی انحطاط کے باوجود دہلی کو وہی مرکزیت حاصل رہی جو زمانۂ سلطنت اور عہدِ مغلیہ میں اُس کا طرۂ امتیاز تھی، ادبی اور تہذیبی اعتبار سے دہلی ہی ہندوستان کا واحد مرکز تھی جہاں کی زبان اور کلچر "مستند"[1] سمجھا جاتا تھا، یہی وجہ ہے کہ جو شاعر دہلی کی تعریف میں رطب اللسان رہے ہیں، یا جنھوں نے دہلی کی تباہی و بربادی کا مرثیہ لکھا ہے، اور اُن شعراء میں حاتم و سودا سے داغ و حالی تک سیکڑوں شاعر آتے ہیں، انھوں نے در اصل ایک تہذیبی علامت کے زوال کا مرثیہ لکھا ہے، حاتم نے دہلی کی تعریف یوں کی ہے:

نہیں ہے شہر دہلی ہے گلستاں ۔۔۔ چمن سے جس کا خوشتر ہے بیاباں
جدھر دیکھو تدھر ہر کوچہ و بازار ۔۔۔ ہوا ہے گل رخاں سے صحنِ گلزار
ہراک دوکاں پہ چشمک باز عیار ۔۔۔ کہ جن کی ہر نگہ پہ سو خریدار

---

[1] میر نے دہلی کے شعراء اور وہاں کی زبان کی یوں تعریف کی ہے:-

اس فن میں کوئی بے تہ کیا مرا معارض ۔۔۔ اول تو میں سند ہوں پھر یہ مری زباں ہے